رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی۔اے۔ال۔ال۔بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ششماہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

شرح چندہ
سالانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ششماہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

قیمت فی پرچہ (۲/)

قیمت پرانا پرچہ (۴/)

جلد (۹) ۱۵ ر تیر ۱۳۵۸ ف ۱۶ ر رجب ۱۳۶۸ھ ۱۵ ر مئی ۱۹۴۹ء روز یکشنبہ نمبر (۵)

اقوام عالم میں انتشار

از

ایم ۔ این ۔ رائے

میثاق اوقیانوس پر تبصرہ کرتے ہوئے لندن ٹائمز نے لکھا ہے کہ "اقوام متحدہ کی ناکامی کے بعد میثاق اوقیانوس ہی ایک بہتر صورت ہے۔ بیشتر مغربی ممالک کے لئے اجتماعی صیانت کی اس سے بہتر کوئی اور صورت نہیں تھی"۔ لندن ٹائمز کے نامہ نگار نے انجمن اقوام متحدہ کے مستقر سے لکھا ہے کہ میثاق اوقیانوس کی ایسے وقت پر تکمیل ہوئی جبکہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ اقوام متحدہ کو ایک نازک صورت حال سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ ٹائمز کا نامہ نگار ہمیشہ باخبر رہتا ہے اور ٹائمز کے اداریے احتیاط سے لکھے جاتے ہیں۔ یہ باور کیا جاتا ہے کہ برسراقتدار کوئی جماعت ہو حکومت برطانیہ کی خارجی حکمت عملی کی غیر سرکاری ترجمانی لندن ٹائمز کرتا ہے۔ اس کے خلاف باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں جبکہ حکمران جماعت کی خارجی حکمت عملی کو حزب الاختلاف کی پوری تائید حاصل ہے۔

جنرل اسمبلی کی میقات پیرس میں برطانوی وزیر خارجہ نے کہا تھا کہ اقوام متحدہ سے جو امیدیں وابستہ تھیں وہ پوری نہیں ہوئیں۔ سان فرانسسکو کے بعد ہمیں توقع تھی کہ جمعیت اقوام کی تمام غلطیوں کے باوجود ایک نیا ادارہ وجود میں لایا گیا ہے جو سابقہ غلطیوں کی تکرار نہیں کرے گا۔ اب ہم محسوس کر رہے ہیں کہ اگر ہم عالمی بنیاد پر آگے نہیں بڑھ سکتے تو ہمیں علاقہ واری بنیاد پر آگے بڑھنا چاہئے۔" برطانوی وزیر خارجہ مسٹر بیون کی تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ ادارہ اقوام متحدہ کو ختم کر دیا جائے۔ جن توقعات کا اظہار کیا گیا تھا وہ ایک روایتی چیز تھی۔ مسٹر بیون کی جبری قنوطیت بالکل غیر حقیقی تھی۔ علاقہ واری میثاق ایک نیا نام ہے سیاسی تعلقات قائم کرنے کے قدیم طریقوں کا جو چند دول دوسروں کے خلاف قائم کرتے ہیں۔ زمانہ سابق میں بھی مختلف دول میں جو تعلقات قائم ہوتے تھے ان کا منشاء ظاہر صیانت ہی ہوتا تھا نہ کہ جارحانہ اقدام۔ بہرحال تاریخ سے یہ سبق ملتا ہے کہ سیاسی اتحاد جنگ کی تیاری کا ایک طریقہ ہے۔

ہمارے زمانہ میں جو علاقہ واری معاہدے ہوتے ہیں ان کا منشاء "سرد جنگ" ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قومی مملکتیں اس وقت بھی جب وہ امن باتیں کرتی ہیں حالت جنگ میں ہوتی ہیں۔ میثاق اوقیانوس روس اور اس کے ساتھیوں کے خلاف ایک دفاعی معاہدہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میثاق اوقیانوس کے بعد اسی قسم کے اور بھی علاقہ واری معاہدے عمل میں آئیں۔ اس میثاق کا مقصد شمالی اٹلانٹک کے ممالک کی صیانت ہے۔ نہ صرف اٹلی بلکہ پرتگال بھی اس معاہدہ میں شریک ہے۔ روس کے جارحانہ اقدام کا خوف اس معاہدہ میں ناروے اور اٹلی کی شرکت کا باعث ہوا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آئس لینڈ اور پرتگال کو کس طرح خطرہ لاحق ہوا اور یہ خطرہ کس کی طرف سے پیش آ رہا ہے؟ ان ممالک کو مصلحتاً شریک کیا گیا ہے ان کی شرکت کا منشاء دفاعی نہیں ہے۔ آئس لینڈ میں بحری اور ہوائی اڈہ قائم کرنا دفاعی غرض کے لئے نہیں بلکہ یہ روس کے خلاف جنگ کی تیاری ہے۔ پرتگال کی شرکت سے اٹلانٹک میں فوجی حمل و نقل کی سہولتیں حاصل ہوتی ہیں۔ آئس لینڈ اور پرتگال کو مغربی یورپ کی حفاظت کے لئے شریک کرنا دراصل جنگ کی تیاری ہے۔

میثاق اوقیانوس میں فرانس اور اٹلی کی شرکت سے بحر روم میں بھی یہ معاہدہ حاوی ہو گیا ہے۔ ترکی بھی حفاظت کا خواہشمند ہے جس کا وعدہ امریکہ نے کیا ہے۔ لیبیا مشرق قریب سے بھی ایک میثاق وجود میں آ جائے گا۔ ان معاہدوں میں یہ بات مضمر ہے کہ مشرق قریب کے ممالک بھی امریکہ کے فوجی اڈے بن جائیں گے اور اس طرح روس کے خلاف جنگ کی تیاری کی جائے گی۔ چین میں قوم پرست حکومت کی شکست کی وجہ سے میثاق بحر الکاہل کی توقع باقی نہیں رہی۔ جنوب مشرقی ایشیا کے میثاق کے لئے ہندوستان ایک اہم مرکز بن جائے گا۔

علاقہ واری معاہدوں کے ذریعہ ادارہ اقوام متحدہ کو بے اثر کر دینے کے بعد امریکہ ان ممالک کے اطراف جو کمیونسٹوں کے زیر اثر ہیں ایک فوجی دیوار کھڑا کر دی جائے گی۔ روس کا یہ احتجاج درست ہے کہ اس کو گھیر لیا گیا ہے۔ اس صورت حال کی ذمہ داری خود روس پر بھی عائد ہوتی ہے۔ اگر ادارہ اقوام متحدہ قیام امن میں ناکام رہے تو علاقہ واری معاہدے جنگ کو قریب تر کر دیں گے۔

وقت آ گیا ہے کہ وہ لوگ جو نوع انسان کے مستقبل سے کھیل رہے ہیں یہ محسوس کریں کہ جنگ کی تیاری

(باقی صفحہ ۔)

۷۸۶

ہفتہ وار

حکمت

۱۵ اردیبہشت ۱۳۵۸ ف

دولت عامہ کا جدید تصور

۲۷ اپریل کو لندن میں وزرائے اعظم کی کانفرنس نے اعلان کیا کہ ہندوستان ایک آزاد جمہوریہ بننے کے بعد بھی دولت عامہ کا ایک مساوی رکن رہے گا۔ ہندوستان نے شاہ کی حیثیت کو آزاد ارکان کے آزاد اتحاد کی ایک علامت کے طور پر قبول کیا ہے۔ مگر شاہ کی حیثیت علامتی ہوگی اور وہ کوئی دستوری فرائض انجام نہیں دے گا۔ جب ہندوستان جمہوریہ بن جائے گا تو گورنر جنرل ——— جو اس وقت شاہ کا نمائندہ ہے ——— کا عہدہ برخاست کر دیا جائے گا۔

اس اعلان پر جو ردعمل ہوا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں دو مکتب خیال موجود ہیں۔ ایک مکتب خیال جو اس تصفیہ کی تائید میں ہے اس کا استدلال یہ ہے :۔ دولت عامہ کے تصور میں اس قدر لچک کبھی پیدا نہیں کی گئی تھی۔ ہندوستان نے اپنی آزاد مرضی سے جمہوریہ بننے کا تصفیہ کیا ہے اور اب بھی اپنی آزاد مرضی ہی سے دولت عامہ میں رہنے کا تصفیہ کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دولت عامہ نے ایک ایسی صورت اختیار کی ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ بدلتے ہوئے حالات میں جو نیا فارمولا مرتب کیا گیا ہے اس میں شاہ کی حیثیت قطعی مختلف ہے۔ ایسی قوموں کے لئے جو شاہ کو دستوری بادشاہ تسلیم کرتی ہیں "تاج" سے وفاداری برقرار رہتی ہے۔ لیکن جمہوریہ ہند کے لئے تاج کی حیثیت آزاد ارکان کے اتحاد کی محض ایک علامت ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نیا فارمولا شاہ کے تصور کو وسیع کر رہا ہے۔ لیکن جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے تاج سے کوئی دستوری یا سیاسی تعلق باقی نہیں رہتا۔ پنڈت نہرو نے یہ وضاحت کی ہے کہ دولت عامہ میں ہندوستان کی شرکت سے کوئی بھی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور نہ اس کی خارجی حکمت عملی متاثر ہوتی ہے۔ اس موقف کی پروفیسر کیتھ نے الفاظ ذیل میں وضاحت کی ہے :۔

> ہر ڈومینین پر اور برطانیہ پر صرف ایک وجوب عائد ہوتا ہے قانوناً نہیں اخلاقاً اور وہ یہ ہے کہ دولت عامہ کا کوئی رکن دوسرے ارکان کو اطلاع دئے بغیر کسی بیرونی دول سے گفت و شنید نہ کرے تاکہ دوسرے ارکان اپنے مفاد پر اگر ان کا کوئی مفاد مضر ہو تو توجہ کر سکیں۔ بہرحال اگر دولت عامہ کا ایک رکن کوئی تجویز پیش کرے تو دوسرا رکن پابند نہیں کہ اس کو قبول کرے۔

نظری اعتبار سے دولت عامہ کے ارکان کے فرائض صرف باہمی مشورہ تک محدود ہیں۔ یہ باہمی اتحاد صرف اعتماد پر مبنی ہے اور اسی بنیاد پر قائم رہ سکتا ہے۔ آئرلینڈ جو اس وقت دولت عامہ سے علحدہ ہو گیا ہے دوران جنگ میں جبکہ وہ دولت عامہ کا رکن تھا بالکل غیر جانبدار رہا۔ حالانکہ سنہ ۱۹۲۱ء کے معاہدہ کی رو سے آئرلینڈ پر یہ پابندی عائد تھی کہ برطانیہ کو دوران جنگ میں ساحلی دفاع میں پوری سہولتیں بہم پہنچائے۔ یہ کہنا درست نہیں کہ دولت عامہ میں شریک ہونے سے کسی رکن کا قومی اقتدار متاثر ہو جاتا ہے۔ کسی رکن کی داخلی یا خارجی آزادی ہرگز متاثر نہیں ہوتی۔ جب پنڈت نہرو یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان امن کے راستہ پر گامزن ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ہندوستان کوئی مثبت حصہ لے گا۔ غیر جانبداری کے یہ معنے نہیں کہ ایسا منفی نقطۂ نظر اختیار کیا جائے جو بے تعلقی سے پیدا ہوتا ہے۔ انڈونیشیا کے مسئلہ پر ایشیائی کانفرنس کا طلب کیا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ ہندوستان منفی نہیں بلکہ ایک مثبت نقطۂ نظر کا حامل ہے۔ دولت عامہ کا ادارہ منفی اصولوں پر مبنی نہیں ہے وہ ایک مثبت نصب العین پر قائم ہے۔ اور یہ نصب العین امن صیانت اور ترقی ہے۔ ہندوستان کا نصب العین بھی اس سے مختلف نہیں۔ موجودہ بین الاقوامی صورت حال کے پیش نظر ہندوستان اپنے مفادات اور امن عالم کی خاطر کسی ایک بلاک سے وابستہ نہیں ہو سکتا اس سے تصادم کے امکانات بڑھ جائیں گے اور امن عالم میں رخنہ پڑے گا۔

سطور بالا میں ہم نے اس مکتب خیال کے نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے جو دولت عامہ میں ہندوستان کی شرکت کی تائید کرتا ہے۔ ایک دوسرا مکتب خیال دولت عامہ کے اس جدید تصور کو محض اصطلاحات کا ایک کھیل سمجھتا ہے۔ وہ معاملات کو قانونی نظر سے دیکھتا ہے کہ دولت عامہ کی رکنیت سے ہندوستان پر خارجی معاملات میں صلاح و مشورہ کی چند ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں لیکن یہ ذمہ داریاں ایسی نہیں جو کسی بھی صورت میں ہندوستان کی آزادی کو متاثر کر سکے۔ اس مکتب خیال کے بعض نمائندوں کا بیان ہے کہ وزرائے اعظم کی کانفرنس کے مباحث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا شاہ کو دولت عامہ کے تعلقات میں کچھ اہم اور فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے حالانکہ واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ شاہ کو برطانیہ کے معاملات میں دخل دینے کا بھی اختیار نہیں تو پھر وہ دولت عامہ کی کسی خود مختار مملکت کے معاملات میں کیسے مداخلت کر سکتا ہے۔ قانونی زبان میں ان کو شاہ کی رعیت کہا جاتا ہے لیکن قانونی زبان کو واقعات سے کوئی تعلق نہیں۔ تاج کے پوزیشن کی بحث صرف الفاظ کی الٹ پھیر ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خود ہندوستان دولت عامہ سے نکلنا نہیں چاہتا تھا اور دولت عامہ کے دوسرے ارکان بھی کسی ایسی شرط پر اصرار کرنا نہیں چاہتے تھے جس کو ہندوستان کے لیڈر قبول نہ کر سکیں۔ ہندوستان جمہوریہ بننے کا اس شدت کے ساتھ اعلان کر چکا ہے کہ اب ہندوستان کے لیڈر تاج سے وفاداری کا حلف لے ہی نہیں سکتے تھے۔ اس لئے یہ ضرورت داعی ہوئی کہ ایک ایسا فارمولا مرتب کیا جائے جس کے تحت ہندوستان کو شاہ سے وفاداری کا حلف اٹھانے کی نوبت ہی نہ آئے۔ اور اس قانونی اور اصطلاحی پیچیدگی سے بچ کر ہندوستان دولت عامہ کا رکن رہے۔ دولت عامہ میں شرکت کے بعد یہ کہنا کہ ہندوستان کی خارجی حکمت عملی آزاد رہے گی ناقابل یقین ہے کیونکہ دولت عامہ کے ارکان برطانوی امریکی بلاک سے وابستہ ہیں۔ دوسرے الفاظ میں دولت عامہ میں ہندوستان کی شرکت اس کو برطانوی امریکی بلاک سے منسلک کر دیتی ہے۔

طیلسانین عثمانیہ کی کانفرنس

گزشتہ ہفتہ طیلسانین عثمانیہ کی چودھویں سالانہ کانفرنس مسٹر نندگری رنگیٹ راؤ کی صدارت میں کوآپریٹو ہال میں منعقد ہوئی جس کا افتتاح میجر جنرل چودھری نے فرمایا۔ خطبۂ صدارت اور مسٹر بانگ لال گپتا کے خطبۂ استقبالیہ میں طیلسانین عثمانیہ کے مسائل پر توجہ دلائی گئی ہے اور یہ شکایت کی گئی ہے کہ اہم عہدوں کو باہر کے لوگوں سے پر کیا جا رہا ہے اور طیلسانین عثمانیہ کو ان کے حق سے محروم رکھا جا رہا ہے۔ ہم اس مطالبہ کی پوری تائید کرتے ہیں کہ ملک کی خدمت گزاری کا حق صرف ملک کے باشندوں کو ہے اور بیرونی افراد پر ہمیشہ ملکی افراد کو ترجیح دی جائے۔ ہم نے اس سے قبل اپنے ایک اداریہ میں "نظم ونسق میں دوئی کے نتائج" کے عنوان کے ماتحت اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے جس کے اعادہ کی اب ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ ان خطبات میں طیلسانین عثمانیہ کے مسائل سے ہٹ کر بعض سیاسی مسائل بھی زیر بحث آ گئے ہیں۔ مثلاً خطبۂ استقبالیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ:-

> آج کل کی دوہری حکومت میں جبکہ بیرونی عہدہ دار مقامی حالات سے ناواقف اور مقامی عہدہ دار اپنے مستقبل سے ناواقف ہونے کے باعث حکومتی کاروبار سے بیزار ہیں تو بدعنوانیوں کا بڑھنا تعجب کی بات نہیں۔ اسی وجہ سے قومی حکومت پر امن قائم کرنے کا زیادہ بار ہے اور اس کی تکمیل کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ عوامی نمائندوں کی ایک ذمہ دارانہ حکومت قائم ہو جس کو عوام کا اعتماد حاصل ہو۔

اسی طرح خطبۂ صدارت میں اسٹیٹ کانگریس کے اختلافات اور مشاورتی کمیٹیوں کی تشکیل وغیرہ جیسے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ ہم اس وقت ان مسائل پر اظہار خیال کرنا نہیں چاہتے بلکہ صرف اس امر کی جانب توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ انجمن طیلسانین کوئی سیاسی ادارہ نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جس میں سرکاری ملازمین بھی شریک ہیں۔ جب ایسے سیاسی مسائل اس ادارہ میں زیر بحث آتے ہیں تو سرکاری ملازمین کا پوزیشن بے ڈھب ہو جاتا ہے اور وہ انجمن طیلسانین سے دور رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ سابقہ دور میں بھی جب بعض عناصر انجمن طیلسانین کو ملکی سیاسیات میں گھسیٹنے کی کوشش کر رہے تھے تو سرکاری ملازمین نے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ ہماری رائے میں سیاسی مسائل سے نپٹنے کے لئے ملک میں سیاسی ادارے موجود ہیں۔ اگر انجمن طیلسانین اپنی سرگرمیوں کو طیلسانین کے مفاد تک محدود رکھے تو یہ ادارہ طیلسانین کی زیادہ خدمت کر سکے گا اور سرکاری ملازمین بھی اس میں حصہ لے سکیں گے۔ ہمیں توقع ہے کہ سابقہ غلطی کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔

تعلیم کے متعلق مرکزی منصوبہ بندی

مولانا آزاد کا تبصرہ

حال ہی میں شائع شدہ "ایجوکیشن کوارٹرلی" کے پہلے شمارہ کے پیش لفظ میں وزیر تعلیم آنریبل مولانا ابو الکلام آزاد نے بتایا ہے کہ حکومت ہند کو تعلیم کے میدان میں اسکول جانے کی عمر کے تمام بچوں کے لئے بنیادی تعلیم کا انتظام، بالغوں کے لئے سماجی تعلیم کا بندوبست اور ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کی تنظیم نو جیسے نہایت اہم مسائل سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ وزیر تعلیم نے اظہار خیال کیا کہ ان دونوں مقاصد کے حصول کے لئے مرکزی منصوبہ بندی اور ارتباط کی ضرورت ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر ہم آغاز ہی سے قومیت کے اصول پر منصوبہ بندی نہ کریں تو درحقیقت ان مقاصد میں سے ایک بھی انجام پذیر نہ ہوگا۔ اب منصوبہ بندی اور ارتباط کے پیش نظر مرکز کے پروگرام کی تفصیلی معلومات کی مطابقت اور تجربہ کے موازنہ کو مزید ترقی کے لئے جاری رکھنا نہایت ضروری امر ہے۔

عالمگیر بنیادی تعلیم کی منصوبہ بندی کے کام میں مرکزی ارتباط کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مولانا ابو الکلام آزاد نے کہا اگرچہ عوام کو تعلیم سے بہرہ ور بنانے کا کام قطعی طور پر صوبوں کی ذمہ داری ہے لیکن صوبوں کے درمیان ہم آہنگی قائم کرنے کے لئے اور اس قسم کی تعلیم میں قومی خصوصیت کے تحفظ کے لئے مرکزی ارتباط لازمی ہے۔ اعلیٰ تعلیم کی تنظیم نو کی ضرورت کے بارے میں مولانا آزاد نے کہا ہمیں اعلیٰ تعلیم پر ایک نئے زاویہ نگاہ سے غور کرنا ہے۔ تمام ترقیات خواہ وہ سائنسی ہوں یا ٹکنیکل یا صنعتی یا کاروباری انجام کار وہ تعلیم یافتہ قیادت کی خوبی پر مبنی ہوں گی اور عوام کو تعلیم یافتہ بنانے کے پروگرام پر بھی اعلیٰ تعلیمی اصول پر تعلیم یافتہ معلموں کے بغیر عمل درآمد نہیں ہو سکتا۔

امید ہے کہ ایجوکیشن کوارٹرلی ان ضروریات کو پورا کرے گا جن کا عرصہ سے فقدان تھا کیونکہ ہندوستان اور غیر ممالک کی متعدد تعلیمی ترقیوں کا یہ ایک مستند موقع ہے۔

پہلے شمارہ کے مفید مضامین میں سے ایک مضمون میں مرکز کے تعلیمی نظم ونسق کا مختصر سا تاریخی جائزہ درج ہے۔ دوسرے مضمون میں انگلستان کے ایجوکیشن ایکٹ مجریہ ۱۹۴۴ء کے طریق عمل اور اس کے نتائج بیان کئے گئے ہیں۔ صوبوں اور مرکزی تعلیمی ترقیوں کی اطلاعات اور بیرون ہند کی تعلیمی سہولتوں کے علاوہ اس میں تعلیمی مشاورتی [illegible] اہم کانفرنسوں کے حالات بھی درج ہیں جو حال ہی میں منعقد ہو چکی ہیں۔ سنٹرل ایجوکیشنل لائبریری میں آئی ہوئی نئی کتابوں کی فہرست بھی اس کوارٹرلی میں شامل کر دی گئی ہے۔ تعلیمی تحقیقات اور تازہ ترین تعلیمی ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے یہ فہرست بہت مفید ثابت ہوگی۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بانتقید:۔

اندور میں تقریر کرتے ہوئے سردار پٹیل نے ریاستی یونینوں کے کانگریسی سیاست دانوں کو تنبیہ کی کہ اگر وہ معمولی جھگڑوں اور عہدوں کے لئے لڑائیوں کو ختم نہ کردیں تو وزارتوں کو برخاست کردیا جائے گا اور یونینوں کے انتظامات مرکز کے سپرد کردئے جائیں گے۔ لوگ کانگریس سے اپنی وابستگی کو حصول اقتدار کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں اور اقتدار کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔

معاصر "پیام" کو شکایت ہے کہ:۔

حیدرآباد کے عوام کا تاثر یہ ہے کہ آج بھی حالات وہی ہیں جو ہند سرکار کی فوجوں کی آمد سے قبل تھے۔ ان کے مسائل جہاں تھے وہیں ہیں۔

مگر ہند سرکار کی فوجوں کی آمد کو معاصر "پیام" نے انقلاب اور جمہوری قوتوں کی فتح سے تعبیر کیا تھا۔

سابق مدیر "پیام" قاضی عبدالغفار صاحب کا ایک مکتوب "پیام" میں شائع ہوا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ:۔

سوامی جی اور ان کے شرکا کے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ حیدرآباد کی قدیم روایات کو زیادہ مضبوط کرکے حیدرآباد کو سارے ہندوستان کے لئے ایک مشترکہ قومی زندگی کا نمونہ بنائیں۔

معاصر "پیام" تو مشترکہ قومیت کو رجعت پسندی سمجھتا ہے۔ ضرورت ہے قاضی صاحب کے ایک صحیح جانشین کی۔

ڈاکٹر میلکوٹے نے ایک تقریر میں فرمایا کہ:۔

اگر آج کل بھی بدعنوانیاں باقی ہیں تو ایک اور پولیس ایکشن کی ضرورت ہے۔

کیا ڈاکٹر صاحب عدم تشدد کے قائل نہیں رہے؟۔

ڈاکٹر میلکوٹے نے ایک اور تقریر میں فرمایا:۔

ہم نے ستیاگرہ کے زور سے حیدرآباد کی ظالم حکومت کا مقابلہ کیا جس میں ہم نے کامیابی حاصل کی۔

تو گویا حیدرآباد میں پولیس کارروائی ہوئی ہی نہیں۔

تین ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جا رہی ہے جو شہر حیدرآباد کے آرائش کی اسکیم مرتب کرے گی۔

(ایک خبر)

اور شہری آسائش سے متعلق اسکیم کب مرتب ہوگی؟۔

حیدرآباد میں تحریک امداد باہمی کدھر جا رہی ہے۔

(اخباری سرخی)

جدھر حیدرآباد جا رہا ہے۔

مسٹر مانک لال گپتا نے طیلسانین عثمانیہ کی کانفرنس میں کہا کہ:۔

بیرونی عناصر کو سرکاری خدمات دینے کے بجائے ملکی اشخاص کو فوقیت دینا مناسب ہے۔

ہمارے خیال میں اگر سوامی جی کی رائے کے مطابق حیدرآباد کی تحلیل ہو جائے تو پھر اندرونی اور بیرونی اشخاص کا قضیہ ہی ختم ہو جائے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

نظام آباد میں تقریر کرتے ہوئے سوامی رامانند تیرتھ نے کہا کہ:۔

ملک میں عوامی غیر مذہبی حکومت قائم ہوگی جس میں ہندو اور مسلمان برابر کے شریک رہیں گے۔

کیا پتہ [illegible] صدر راج گشتی منسوخ کرا دی گئی؟۔

مسٹر بھوپٹکر صدر ہندو مہاسبھا نے مطالبہ کیا ہے کہ ہندوستان کو ہندو مملکت ہونے کا اعلان کر دیا جائے۔

(ایک خبر)

راز کو دانا کبھی کھولا نہیں کرتے

ڈاکٹر میلکوٹے نے ایک تقریر میں فرمایا کہ:۔

زمانہ بدل گیا اور زمانہ کی ضرورتیں بھی بدل گئیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ برائیوں کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنا چاہئے۔ رشوت کی وبا آج کل بھی عام ہے۔ رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں ملک کے دشمن ہیں۔

یعنی نہ تو زمانہ بدلا اور نہ زمانہ کی ضرورتیں بدلیں صرف اصطلاحات بدل دی گئیں۔

طلبہ کے نمائندوں نے اپنی تقریروں میں اینگلو امریکی سامراج کی تیسری جنگ کی سازشوں کی مذمت کی اور کہا کہ سرمایہ دارانہ نظام جمہور کی بڑھتی ہوئی طاقت سے گھبرا کر جنگ کی تیاری کر رہا ہے۔

(ایک خبر)

بین الاقوامی مسائل پر درس دینے والوں کو طلبہ نہیں پروفیسر کہنا چاہئے۔

طالبات مدرسہ فوقانیہ نسواں معظم جاہی مارکٹ ایک ڈرامہ پیش کر رہی ہیں۔ (ایک خبر)

مجلس علماء کا ڈرامہ عرصہ ہوا ختم ہو گیا۔

ایک مسلم قائد مسٹر یونس سلیم نے سر ظفر اللہ سے متعلق ایک بیان جاری کیا۔ (ایسوسی ایٹیڈ پریس)

مسلم قائد۔ اگر قائد کے ساتھ خود ساختہ کا لفظ بڑھا دیا جائے تو کیا غلط ہوگا؟

زبان کے مسئلہ میں تنگ نظری

پنڈت سندرلال کی تقریر

جمعیت العلماء کی کانفرنس کو یوپی کے وزیر اعظم جناب پنڈت پنت جی نے خطاب کرتے ہوئے ہندوستانی زبان کے مسائل پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ کہا کہ ہندی کی مثال ہاتھی کے پیر کے مانند ہے۔ جس میں تمام زبانیں سما سکتی ہیں۔ انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ جن نئی اصطلاحوں کے وضع کرنے کی ہم کو ضرورت ہوگی اس کے لئے ہم کو کسی بدیشی زبان کا محتاج نہ ہونا پڑے گا۔ ہم سنسکرت کے قیمتی خزانہ سے اپنی ضرورتوں کو پورا کر سکتے ہیں۔ پنت جی کی تقریر میں کم از کم ۸۰ فیصدی عربی فارسی کے الفاظ تھے جو آج ہندوستانی کا جزو لاینفک بن چکے ہیں۔

پنڈت سندرلال صاحب نے اپنی تقریر میں پنت جی کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ میں اس وقت اپنے آپ کو ایک کشمکش میں پا رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کل کے بعد اس میں میرے محترم پنڈت پنت نے جو تقریر کی ہے اس سے مسلمان بھائیوں کو ٹھیس پہنچی۔ اس سلسلہ میں میرا فرض ہے کہ ان خیالات کے بارے میں جو پنڈت جی نے ظاہر کئے ہیں، اپنی رائے پیش کروں لیکن جب کسی رائے کا اظہار کیا جائے تو اس کے معنی یہ نہیں کہ کسی نیت پر حملہ کیا جا رہا ہے۔ باہم اختلاف خیال ہونا ضروری چیز ہے۔ کیونکہ مختلف ماحول سے رائے میں اختلاف ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

انھوں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں سچائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ پنت جی بہت نیک اور ہمدرد انسان ہیں۔ دوسرے تمام کانگریسی صوبوں کے گورنروں اور وزیر اعظموں میں پنت جی سب سے نیک آدمی ہیں۔ انہیں مسلمانوں سے عداوت یا دشمنی نہیں ہے وہ مسلمانوں کا نقطۂ نظر سمجھنے کی دیانت داری کے ساتھ کوشش کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ناواقفیت کی بنا پر یا ماحول سے مجبور ہو کر وہ کچھ ایسی باتیں کہہ دیں یا سمجھا کریں جو معقول ہوں۔

پنڈت سندرلال نے ملک کی موجودہ فضا کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: "تم لوگ اندازہ بھی نہیں کر سکتے کہ آج مخلص اور معقولیت پسند رہنما کن مشکلات سے گزر رہے ہیں۔ اور اس امید پر وہ کڑوے گھونٹوں کو گوارا کر لیتے ہیں کہ شاید آئندہ کبھی اصلاح ہو جائے۔"

اصل موضوع کی طرف رجوع ہوتے ہوئے انھوں نے کہا کہ پنڈت جی نے بہت سی ناگوار باتیں بدرجہ مجبوری کہی ہوں گی۔ یا ان کے ماحول نے انھیں اس قسم کے اظہار پر مجبور کر دیا ہوگا کل کی تقریر پر وہ ہندی زبان کو ہاتھی کا پاؤں جس میں سب کے پاؤں اور اردو کو چوہے اور خرگوش کا پاؤں کہہ گئے۔

پنڈت سندرلال نے ہندی زبان کو ہاتھی کا پاؤں قرار دینے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے پرزور الفاظ میں کہا کہ اگر کوئی شخص بھی ثابت کر دے کہ ہندی زبان واقعتاً ہاتھی کا پاؤں ہے۔ تو اسی دن سے میں ہندوستانی زبان پر لعنت بھیج دوں گا اور جمعیت علماء کو مجبور کروں گا کہ وہ اردو سے دستبردار ہو کر ہاتھی کے پاؤں میں آ جائے۔ مگر اس کے ہاتھی کے پاؤں کا یہ حال ہے کہ اس میں سیکڑوں برس سے استعمال ہونے والے الفاظ بھی کھپ نہیں سکتے جیسے سڑک۔ ریل۔ آرام گاہ اور سب کے ایسے الفاظ بھی ہندی والوں کو پسند نہیں ہے۔ سڑک کی جگہ مارگ ریل کی جگہ آیو دگ وغیرہ وغیرہ الفاظ ایجاد کئے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ہندی میں سب زبانیں شامل ہیں۔ یہ دعویٰ غلط ہے

اس سلسلہ میں سندرلال جی نے ایک اور واقعہ کا تذکرہ کیا ایک جگہ فارمولا میڈیشن کے ترجمہ کی ضرورت پیش آئی اس وقت ٹنڈن جی بھی موجود تھے۔ بڑی دیر تک غور و فکر کرنے کے بعد جب کوئی مناسب ترجمہ نہ مل سکا۔ ایک مسلمان نے جو اس وقت وہاں موجود تھا ایک آسان سا ترجمہ جسے ہر شہری اور دیہاتی سمجھ سکتا ہے بتاتے ہوئے کہا کہ فارمولا آف میڈیشن کو نسخہ کہنا چاہئے مگر نسخہ جیسا آسان لفظ بھی مسترد کر دیا گیا۔ پنڈت جی نے کہا کہ جس زبان میں نسخہ کا ایسا لفظ نہ سما سکے اسے ہاتھی کا پاؤں کہنا کہاں تک مناسب ہے؟

پنڈت جی نے ہندی کے پرچاروں کو آگاہ کیا کہ وہ اپنی غلط قسم کی کوششوں سے ہندی کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اور جس زبان کو وہ ہاتھی کا پاؤں سمجھتے ہیں اسے خود چوہے کا پاؤں بنا رہے ہیں۔

پنڈت جی نے فرمایا میں ہندی کا دشمن نہیں ہوں میں نے چالیس برس تک ہندی ہی میں لکھا ہے اور بلا مبالغہ ہزاروں رجم کاغذ ہندی تصنیفات میں لکھ ڈالے ہیں۔ اور آج جب ہندی کے ساتھ دوستی کے پردے میں دشمنی کی جا رہی ہے۔ تو رہا نہیں جا سکتا ہے۔ اور کہنا پڑتا ہے کہ ہندی کے ساتھ اور علم لسانیات کے ساتھ بدترین دشمنی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے بلکہ گستاخی معاف اس طرح پاگل پن کا ثبوت دیا جا رہا ہے۔

انھوں نے سنگین لہجہ میں کہا ایک شخص نے (مہاتما گاندھی جی نے) جو ۳۰ جنوری کو ختم ہو گیا ہندوستانی زبان کو ہاتھی کا پاؤں بتا کر دیا تھا۔ لیکن آج اس کو چھوڑ کر چوہے کے پاؤں کی طرف لوگ لپک رہے ہیں اور اسے اپنے خیال میں ہاتھی کا پاؤں سمجھ رہے ہیں۔

زبان کے مسئلہ میں مسلمانوں کے تعصب کا جواب دیتے ہوئے پنڈت سندرلال نے کہا۔

یہ بیماری کم و بیش دونوں میں پائی جاتی ہے بات یکطرفہ نہیں ہے۔ دونوں گھروں میں یکساں آگ لگی ہے۔ مسلمانوں کو اپنی وہ رعونت یاد کرنا چاہئے جو زبان کے سلسلہ میں صدیوں ان پر چھائی ہوئی ہے۔ وہ زمانہ جب کہ ہندوؤں کی فارسی پڑھ کر مسلمان منہ بناتے تھے۔ اور کہتے تھے "از بوئے کچوری می آید"

انھوں نے مسلمانوں کے اس رجحان پر بھی اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ وہ ہندوستانی ہوتے ہوئے ہندوستان کے حکماء اور فلاسفہ کے مقابلہ میں یونانی حکماء اور فلاسفہ کو اہمیت دیتے ہیں۔ انھوں نے کہا جہاں تک مذہب کا تعلق ہے دونوں جگہ کے حکماء اور فلاسفر غیر مسلم بلکہ بت پرست تھے۔ اور جہاں تک فضیلت کا تعلق ہے۔ ہندوستانی حکماء، یونانی حکماء کے اساتذہ شمار کئے جاتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات پر روشنی ڈالتے ہوئے پنڈت سندرلال نے مسلمانوں کے موجودہ طرز عمل کو غیر اسلامی قرار دیا۔ انھوں نے کہا اسلام ایک ازلی اور ابدی مذہب ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ یہ ازلی اور ابدی مذہب ساری دنیا کا مذہب بن جائے لیکن وہ اسلام ابدی اور ازلی ہے جو قرآن میں ہے اور قرآن کے قول تمام الہامی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ وہ اسلام نہیں جس میں اس حد تک تنگ نظری ہے کہ گاندھی جی کو مرحوم کہنا بھی ناجائز قرار پائے۔

مذہب کے معاملہ میں مسلمانوں کے مختلف تنگ نظریوں پر نکتہ چینی کرتے ہوئے انھوں نے مولانا سید سلیمان ندوی کی ایک تقریر کا ذکر کیا جس میں مولانا نے ہندوستانی زبان کی حمایت کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ مسلمانوں کے مذہبی رسوم و عبادات کے لئے عربی فارسی ہی کے الفاظ استعمال ہونا چاہئے۔

پنڈت جی نے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے کہا نماز کے لئے عربی "صلوٰۃ" کا لفظ ہے یہ وہی لفظ ہے جو اسلام سے پہلے مکہ کے بت پرست اپنی عبادت کے مفہوم میں استعمال کرتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ

(باقی صفحہ ۲)

چین کی صورت حال

کمیونسٹوں کی پیش قدمی

چین کی کمیونسٹ فوجوں نے ایک مختصر سی خونریز آبی لڑائی کے بعد دریائے یانگسی کو عبور کر لیا ہے اور آج وہ دارالسلطنت نانکن میں داخل بھی ہو چکی ہیں ان کا ایک دستہ شنگھائی کی طرف بڑھ رہا ہے جس سے چین کے اس متمول شہر کا مستقبل خطرے میں پڑ گیا ہے اور یقین کیا جا سکتا ہے کہ وہ عنقریب قوم پرست چین سے منقطع ہو جائے گا۔

اس موقع پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کمیونسٹوں کی فوجیں کئی مہینوں سے دریائے یانگسی کے ساحل پر پڑاؤ ڈالے پڑی تھیں۔ اگر ان کا دریا پار کر کے نانکن میں داخل ہونا اتنا ہی سہل تھا اور قوم پرست فوجیں ان کا آگا پیچھا روک سکتی تھیں تو کیا وجہ ہے کہ کومن تانگ کے لیڈروں نے کمیونسٹوں کی شرائط صلح پر اسی وقت غور کر لیا۔ تاریخ گواہ ہوگا کہ سرخ طوفان جب شمال مغربی پہاڑیوں کی جانب سے امنڈ کر آیا تو کمیونسٹوں کے لیڈر ماؤ زے تنگ نے حکومت چین کو پیغام بھیجا کہ اگر ہماری بعض شرطیں منظور کر لی جائیں تو ہم قتل و غارت نہیں کریں گے بلکہ ہم نئی عوامی تقاضوں کے ماتحت رد و بدل کر کے ملک بھر میں امن و امان قائم کر رہے گے۔ چین کی کومن تانگ حکومت کی جب تک پیش کش پر غور کرتی رہی۔ اور آخر گزشتہ ہفتہ اس نے کمیونسٹوں کے لیڈر کو جواب بھجوایا کہ ہمیں تمہاری تمام شرائط منظور ہیں لیکن ہم کمیونسٹوں کو پر امن طریقہ سے دریائے یانگسی پار کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے اب کا نتیجہ ظاہر ہے کہ کمیونسٹوں نے زور بازو کے زور سے دریا پار کر لیا اور وہ کافی خون ریزی کے بعد چین کے اہم ترین شہروں پر قابض ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کمیونسٹوں کے اس اقدام سے ثابت ہے کہ صلح کی پیش کش کرتے وقت ان کی نیت نیک تھی وہ دریائے یانگسی کو پر امن طریقے سے اس لئے عبور کرنا چاہتے تھے کہ ان کو جنوبی علاقہ میں فوجی فتوحات حاصل کرنے میں وقت پیش نہ آئے۔ بلکہ اس سلسلہ سے ان کی غرض یہ تھی کہ شنگھائی اور مرکزی چین کے دوسرے بارونق شہر تباہی و بربادی سے محفوظ رہیں۔

ان حالات میں سوال یہ ہے کہ کومن تانگ کے لیڈروں نے کمیونسٹوں کی پیش کش کو مسترد کیوں کر دیا! کیا ان کو معلوم نہیں تھا کہ قوم پرست چین کا دیوالہ نکل چکا ہے [illegible] سرکاری [illegible]

عوام کے حوصلے پست ہو چکے ہیں اور بیرونی امداد کی توقع بھی باقی رہی ہے اگر یہ حقائق ان کے پیش نظر تھے تو سوال یہ ہے کہ انھوں نے فوجی مزاحمت کا مظاہرہ کیوں کیا؟ اور عوام کو قتل و خون کی بھٹی میں جھونکنے کے کیا معنی ہیں؟ بات دراصل یہ ہے کہ جنرل چیانگ کائی شک اگرچہ دنیا کے دکھاوے کے لئے سیاسی دنیا سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ لیکن کومن تانگ کی تاریں ہلانے والے آج بھی وہی ہیں۔ اس میں شک نہیں وہ اپنی "سیاسی شکست" تسلیم کر چکے ہیں اور اس بے بسی کے زمانہ میں ان کے غیر ملکی دوست بھی انسان کے سایہ کی طرح ان سے جدا ہو چکے ہیں لیکن کومن تانگ کے دوسرے افسر بھی یہ جانتے ہیں کہ "نئے چین" میں ان کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے ان کی نگاہیں آج بھی رہنمائی کے لئے چیانگ کائی شک کی طرف اٹھ رہی ہیں اور وہ سارے کام انہی کے مشورے و رائے سے کرتے ہیں۔ جہاں تک جنرل چیانگ کائی شک کی ذات کا تعلق ہے وہ بے شک موثر مزاحمت کے خیال کو دماغ سے نکال چکے ہیں۔ لیکن ان کے دل میں ابھی امید کی ایک ہلکی سی رمق باقی ہے جس طرح ایک امریکی اخبار لکھتا ہے وہ چاہتے ہیں ان کی دلی خواہش ہے کہ چین کا کچھ حصہ کوئی چھوٹا سا جزیرہ ایسا نظر آ جائے جس میں بیٹھ کر وہ اپنے آپ کو سرخ سیلاب کی امنڈتی ہوئی موجوں سے محفوظ پا سکیں جنرل چیانگ کائی شیک کی یہ امید خواہ کتنی بعید از فہم اور بعید از قیاس ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ اسی امید کے سہارے زندہ ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ وہ مزاحمت کو دراز تر بنانے کی فکر میں ہیں۔ تاکہ فاتحین کو ملکی نظام کی نوک پلک درست کرنے میں دیر لگے۔ اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنی "جنت المقام" میں آباد ہونے کے قابل ہو سکیں۔

لیکن اگر جنرل چیانگ کا ارادہ فی الواقع یہی ہے تو ایک غیر جانبدار مبصر کو یہ کہنے میں باک نہیں ہو سکتا کہ ان کی سیاسی شکست نے ان کو عجیب و غریب غلط فہمیوں میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یانگسی کا تجربہ بتاتا ہے کہ موجودہ حالات میں فوجی مزاحمت کے اس کے سوا کوئی معنی نہیں کہ عوام کو قتل و غارت اور جنگ و جدال کی فوجی موجوں میں پھینک دیا جائے اور فوجوں کے رہے سہے حوصلے بھی پست کر دئے جائیں۔

ہمیں کمیونسٹوں سے کوئی ہمدردی نہیں اور ہماری دلی خواہش ہے کہ سرخ طوفان دریائے یانگسی کے ساحلوں پر ہی دفن ہو کر رہ جاتے۔ تاکہ پاکستان اس کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہ سکے لیکن اس کا یہی علاج تھا کہ جنرل چیانگ نے اقتصادی حکمت عملی ہی ایسی اختیار کی تھی جس نے عوام کو قوم پرست حکومت سے بیزار کر دیا اور وہ بھیڑیے ہوئے بھیڑیے کی طرح اٹھ کر کومن تانگ کی لاش نوچنے پر مجبور ہو گئے اگر کومن تانگ عوام کی خوش حالی کے لئے کمیونسٹوں سے مفاہمت نہ کر سکتی تو کم سے کم اُن کے راستہ سے ہٹ جاتے تاکہ عوام امن کی سانس لے سکیں ورنہ ہمیں خطرہ ہے کہ سرکاری پارٹی اور عوام کے درمیان اختلاف و تلخی کی ایک ایسی خلیج حائل ہو جائے گی جس کو صدیوں کی کوشش کے باوجود پاٹا نہیں کیا جا سکے گا۔ جہاں تک حکومت چین کی کامیابی کے امکانات ہیں ان کے دھندلے پن پر کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا کہ کمیونسٹوں نے دریائے یانگسی کو عبور کر ہی لیا ہے۔

زبان کے مسلہ میں تنگ نظری

(بقیہ سلسلہ صفحہ ٥)

نے اس لفظ کو بعینہ قبول کر لیا تو ہندوستانی زبان میں اگر نماز کو پوجا اور روزہ کو برت کہا جائے تو اسے کیوں کر قابل اعتراض قرار دیا جا سکتا ہے؟

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے انھوں نے مزید کہا۔ صحیح بخاری میں یہاں تک موجود ہے کہ ایران اور یونان کے جو لوگ اسلام لائے تھے۔ انھیں پیغمبر اسلام نے عربی کی بجائے اپنی اپنی زبانوں میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ آخر پھر اس اصرار کی کیا بنیاد ہے کہ مسلمان مذہبی رسوم و عبادات کے لئے ہندوستانی میں جو الفاظ استعمال کئے جائیں وہ نئے نہ ہوں۔

ایک دوسری مثال کے ذریعہ انھوں نے بتایا کہ جب مسلمان ایران میں آباد ہو گئے تھے تو انھوں نے صلوٰۃ کا لفظ چھوڑ کر "نماز" کا لفظ اختیار کر لیا۔ حالانکہ نماز کا لفظ خالص آریائی ہے اور نماز اور نمستے کا ماخذ ایک ہی ہے۔

سلسلہ کلام ختم کرتے ہوئے انھوں نے زور دیا کہ دنیا کے تمام مذہب کی اصل ایک ہی ہے۔ اور ہر مذہب کے پیرو کو چاہئے کہ دوسرے مذہب کے سمجھنے میں اتنی ہی دلچسپی کا اظہار کرے جتنی وہ اپنے مذہب کے سلسلہ میں ظاہر کرتا ہے۔ انھوں نے کہا مستقبل کا اسلام وہی ہو گا جو قرآن کا اسلام ہے جو حضرت نظام الدین کا اسلام تھا۔ جو بابا گنج شکر کا اور خواجہ فرید الدین عطار کا تھا۔

آخر میں پنڈت سندر لال نے کہا مرزا [illegible]
[illegible]

ریاستی کانگریسیوں کو سردار پٹیل کی تنبیہ

ہندوستان کے نائب وزیر اعظم سردار ولبھ بھائی پٹیل نے نئی قائم شدہ ریاستی یونینوں کے کانگریسی وزراء کو یہ انتباہ دیا کہ جب تک وہ اپنے معمولی آپس کے جھگڑوں اور اقتدار طلبی کے لئے اپنی جدوجہد ختم نہ کر دیں اور اپنے آپ کو حقیقی خدمت کے لئے وقف نہ کر دیں وہ (سردار پٹیل) وزارتوں کو تحلیل کر دیں گے اور یونینوں کو مرکزی حکومت کی راست نگرانی میں لے لیں گے۔

حکومت ہند کے محکمہ ریاست کے وزیر اور نائب وزیر اعظم سردار پٹیل شمالی مشرقی اندور میں [illegible] کے وسیع سبزہ زار پر ایک بڑے جلسہ عام کو مخاطب کر رہے تھے جو حالیہ چند سالوں میں اندور کا ایک عظیم ترین جلسہ عام تھا۔

چالیس ہزار عوام نے جس میں دس ہزار خواتین بھی شامل تھیں سردار پٹیل کی تقریر سماعت کی۔

سردار پٹیل نے کہا کہ جب انھوں نے مدھیہ بھارت یونین کی تشکیل میں پہل کی تھی ان کی یہ نیک خواہش تھی کہ یہ یونین ریاستوں کی دوسری ایسی یونینوں کے لئے ایک مثال ہو گی جن کا خاکہ ان کے ذہن میں تھا لیکن انھیں مایوس ہونا پڑا۔

انھوں نے وندھیا پردیش اور راجستھان یونین قائم کیں وندھیا پردیش میں انھوں نے دیکھا کہ کانگریسیوں کی باہمی رقابت جاری اور ایک دوسرے پر بدعنوانی کے الزامات لگائے جا رہے تھے ان لوگوں کو ہٹ جانا پڑا۔ اب راجستھان میں بھی رقابتیں پیدا ہو گئی ہیں۔

سردار پٹیل نے سوال کیا کہ کیا ہم نے راجاؤں اور مہاراجاؤں حکمرانوں کو اقتدار سے اس لئے محروم کیا کہ ریاستوں کا انتظام ہم چلائیں خود ہی جواب دیتے ہوئے سردار پٹیل نے کہا نہیں۔ ہم نے ان سے اقتدار اس لئے چھین لیا کہ ہم بہتر انتظام کر سکیں۔ لیکن اگر ریاستوں میں کانگریسی وزراء یہ کام نہیں کر سکے اور اور اس کے برعکس لا متناہی جماعتی جھگڑوں میں الجھے ہوئے رہنا چاہتے ہیں تو پھر میرے لئے اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہ ہوگا کہ اس تشکیل گروہ کو برطرف کر دوں اور ریاستوں کو مرکزی حکومت کے تحت لے لوں اور اگر ضرورت ہو تو ہر ایک ریاست میں ایک ایڈمنسٹریٹر کا تقرر کر دوں۔

بہت سارے لوگ کانگریس میں اپنی موجودگی [illegible] اور عوام کی خدمت کرنے کا ایک ذریعہ اور موقع نہیں سمجھتے بلکہ اقتدار حاصل کرنے کی ایک سیڑھی خیال کرتے ہیں۔ وہ وزارتوں کے پیچھے ایسے دوڑتے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں ایک قطرہ شہد کے لئے دوڑتی ہیں۔ ایسی کانگریس گاندھی جی کے تصور کی کانگریس نہیں ہے۔ جو لوگ عوام کی خدمت کرنا چاہتے ہوں انھیں حکومتوں سے باہر بھی بہترین مواقع حاصل ہیں۔ بہرحال یہ یاد رہے کہ جو لوگ اقتدار کے پیچھے دوڑتے ہیں انھیں یہ چیزیں کبھی نصیب نہیں ہوتیں گاندھی جی کبھی وزیر نہیں تھے لیکن پھر بھی وہ ہندوستان میں سب سے زیادہ طاقتور آدمی تھے۔

جہاں تک میرا تعلق ہے، عہدہ سے سبکدوشی میرے لئے بڑی خوشی کی بات ہوگی میں محسوس کرتا ہوں کہ میں باہر رہ کر بہتر خدمت کر سکتا ہوں لیکن بعض لوگ مجھے ایسا کرنے نہیں دیتے۔ حکومت سے باہر ہو کر میں کانگریس کی اس طرح تنظیم کروں گا کہ یہ اقتدار بانٹنے والی ایجنسی باقی نہیں رہے گی۔

سردار پٹیل نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ گاندھی جی کی موت کے بعد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عوام نے ان کی تعلیمات کو بھلا دیا۔ آج بعض لوگ ایسے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں کہ جن سے حقیقت میں انھیں کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے مثال کے طور پر آپ کی مجلس بلدیہ ہی کو لیجئے کسی ادارہ حکومت مقامی کے صحیح فرائض تو یہ ہیں کہ شہر میں صفائی رکھیں اور عوام کی صحت کی دیکھ بھال کریں اور انھیں بلدی سہولتیں فراہم کریں۔ لیکن اس کے بجائے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں زیادہ دلچسپی اس بات سے ہے کہ بلدی سیاست میں کون پیش پیش رہے۔ اگر میں یہ دیکھوں کہ بلدیہ اپنا فرض بخوبی انجام دے رہی ہے اور اگر شہر کے حالات کے بارے میں مجھے خوشی محسوس ہو تو میں ایسی چیزوں کو بلدی سپاسنامہ سمجھوں گا۔

(حال میں یہ اطلاع ملی تھی کہ سردار پٹیل نے اندور کی بلدی کمیٹی کا ایک سپاسنامہ قبول کرنے سے انکار کر دیا)

سردار پٹیل نے کہا کہ بیرونی تسلط سے آزادی جو سارے ملک کے لئے گاندھی جی نے حاصل کی ہے وہ آخری مقصد نہیں ہے بلکہ یہ گاندھی جی کے الفاظ میں "رام راج" کے حصول کا صرف ایک وسیلہ ہے۔ آزادی کی روشنی چند چوٹی کے لوگوں کے سوا ابھی عوام تک نہیں پہنچی ہے۔ بلکہ آزادی سے پہلے کے سالوں میں انگریز حکمرانوں نے ملک کا خون چوس لیا تھا اور جنگ سے صورت حال اور بھی خراب ہو گئی اور عوام کو نہ تو کھانے کے لئے کافی غذا میسر تھی اور نہ پہننے کو کافی کپڑا۔

ملک کے معاشی حالات کی وضاحت کرتے ہوئے سردار پٹیل نے پیداوار اور خاص طور پر غذائی پیداوار بڑھانے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اس کے بغیر عوام کے مصائب کم نہیں کئے جا سکتے۔ اگر آپ ایک کنوئیں سے سارا پانی خشک کر دیں تو آپ کو صرف مٹی ہی ہوئی ملے گی۔

عوام کے لئے اپنی آپ مدد کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ سخت طور پر محنت کریں اور ان لوگوں (کمیونسٹوں اور اشتراکیوں) کی قیادت کے پھندے میں نہ آئیں جو مزدوروں کو ہڑتالیں کرنے کا مشورہ دیا کرتے ہیں۔

سردار پٹیل نے عوام کو متنبہ کیا کہ وہ کہیں راشٹریہ سیوک سنگھ کے جال میں نہ پھنس جائیں۔

اقوام عالم میں انتشار

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

قیام امن کا بہترین ذریعہ نہیں ہے۔ اعلیٰ سیاسی حلقوں میں چونکہ یہ احساس مفقود ہے اس لئے یہ کہنا مہمل ہے کہ ایک عالمی حکومت کے قیام سے امن قائم ہوگا اور انسان برادری مستحکم ہو گی (بقیہ باقی)

زبان کے مسئلہ میں تنگ نظری

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۶)

میں مجھے ذرا بھی مایوسی نہیں ہوتی ہے۔ میں اس ٹیل کو ایک قدرتی بات سمجھتا ہوں اور جس طرح ایک عورت کو وضع حمل کی تکلیف کا صلہ بچوں کے ایسے ہی کی شکل میں ملتا ہے۔ اسی طرح موجودہ ٹیل اور خلفشار کے پردے میں صحیح اور یکجہتی متحدہ قومیت معرض تولید میں ہے۔

اشتہار
مرتبہ از محکمۂ عدالت دیوانی ضلع ورنگل۔ واقع ۲۱ خورداد ۱۳۵۵؁ ف۔ نمبر مقدمہ ۱۲۹ ۱۳۵۵؁ ف

باجلاس رائے کیرت چند بی۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی ناظم عدالت ضلع ورنگل۔ ہوشنگ جی نوریا بنام سرکار عالی۔ دعویٰ عطائے صداقت نامہ وراثت۔ جانی ولد ہوشنگ جی نوریا عمر ۴۰ سال پیشہ انجنیر ساکن گرباجی پیٹھ فرزند متوفیہ۔ رستم ولد ہوشنگ جی نوریا عمر ۴۲ سال پیشہ تجارت ساکن گرباجی پیٹھ فرزند متوفیہ۔ دولت زوجہ فیروز جی سوریا عمر ۴۴ سال ساکن گرباجی پیٹھ دختر متوفیہ۔ ہوشنگ جی نوریا ولد جی بائی عمر ۷۵ سال پیشہ تجارت ساکن گرباجی پیٹھ شوہر متوفیہ۔ بائی رتن بائی زوجہ بہرام جی عمر ۷۰ سال پیشہ تجارت ساکن گرباجی پیٹھ مادر متوفیہ۔ ہرگاہ مقدمہ مندرجہ صدر میں منجانب ہوشنگ جی نوریا ولد جی بائی قوم پارسی عمر ۷۵ سال پیشہ تجارت ساکن گرباجی پیٹھ متصل ورنگل درخواست پیش کی ہے کہ مسماۃ ساکر بائی کا انتقال بمقام گرباجی پیٹھ متصل ورنگل بتاریخ ۲۰ آذر ۱۳۵۵؁ ف ہو گیا ہے۔ متوفیہ کے نام سے من درخواست گزار نے بنکوں میں رقوم مندرجہ فہرست منسلکہ جمع کرائے اور شیرز حاصل کئے۔ رقوم مندرجہ فہرست کا مالک بلا شرکت غیرے ہے۔ درخواست گزار کے علاوہ متوفیہ کے رشتہ داران قریبی حسب ذیل (۱) جانی ولد ہوشنگ جی (۲) رستم ولد ہوشنگ جی فرزندان متوفیہ (۳) دولت زوجہ فیروز جی سوریا دختر متوفیہ (۴) ہوشنگ جی نوریا شوہر متوفیہ (۵) بائی رتن بائی زوجہ بہرام جی مادر متوفیہ موجود ہیں جو من درخواست گزار کو عطائے صداقت نامہ کے لئے کوئی عذر نہیں ہے اور متعلق رہن میں پیش کی درخواست گزار صداقت نامہ حفظ رقمی (۵۳۶۷۷) سکہ عثمانیہ عطا فرمایا جائے۔ پس بنظر پیش ہونے درخواست ہذا کے ذریعہ ہذا اطلاع دیجاتی ہے کہ درخواست گزار کو عطائے صداقت نامہ مذکور کے متعلق جس کسی کو عذر یا حق وراثت حاصل ہو تو وہ بتاریخ ۸ امرداد ۱۳۵۵؁ ف اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر جواب دہی کریں بصورت ثانی حسب ضابطہ کارروائی کی جائے گی پھر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔ آج بتاریخ ۲۱ خورداد ۱۳۵۵؁ ف بہ ثبت میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا فقط

شرحِ دستخط — شرحِ دستخط
صیغہ دار صاحب عدالت۔ سررشتہ دار صاحب عدالت

اشتہار
مجریہ عدالت منصفی نارائن پیٹھ تعلقہ مکتل واقع ۱۲ تیر ۱۳۵۵؁ ف نمبر مقدمہ ۵۹۸ ۱۳۵۵؁ ف۔ باجلاس مولوی محمد یوسف خان صاحب منصف کشتیا درخواست گزار۔ بنام سرکار عالی طرف ثانی۔ دعویٰ۔ عطائے صداقت نامہ وراثت۔ ہرگاہ بمقدمہ صدر مسمی کشتیا نابالغ بولایت والدی مسماۃ ٹکا ساکنہ نارائن پیٹھ درخواست عطائے صداقت نامہ وراثت اس بیان سے پیش کیا ہے کہ مسمی وینا گوڈ پدر من درخواست گزار کا بتاریخ ۱۶ اردی بہشت ۱۳۵۵؁ ف بمقام نارائن پیٹھ انتقال ہو چکا ہے متوفی اپنی حیات میں اپنی جان کا بیمہ مبلغ الف ساہوکار کا پرپنڈ کنسی لائف انشورنس کمپنی محدود بمبئی شاخ سلطان بازار حیدرآباد دکن میں اور دیا تھا جس کا پالیسی ۱۶۷۳ ہے اوس کے حصول کے لئے صداقت نامہ وراثت عطا فرمایا جائے اس کی تحقیقات کے تاریخ پیشی ۱۴ امرداد ۱۳۵۵؁ ف بوقت ۱۰ بجے مقرر کی گئی ہے پس جس کسی کو عذر ہو تاریخ مذکور پر حاضر عدالت ہو کر پیش کریں ورنہ تحت ضابطہ کارروائی کیجائیگی فقط

شرحِ دستخط منتظم صاحب عدالت

اطلاعنامہ
بغرض امور تنقیح طلب مرتبہ عدالت منصفی تعلقہ کاماریڈی۔ نمبر مقدمہ ۲۵ ۱۳۵۵؁ ف اجلاس مولوی محمد دولت خان صاحب بی۔ اے ال۔ ال۔ بی منصف۔ ناراین سوامی مدعی بنام رگھو رام مدعی علیہ۔ دعویٰ استقرار حق کرایانے پٹہ اراضیات۔ بنام رگھو رام ولد چیچی نرسیا قوم حجام عمر ۳۲ سال پیشہ وظیفہ یاب علاقہ مدرغاص مبارک ساکن موضع ماچہ ریڈی تعلقہ کاماریڈی حال مقام اسٹیشن بالارم علاقہ ملحقہ گٹلہ بمکان موجیا افسر اصلاح سازہ۔ ہرگاہ مقدمہ ہذا میں مدعی نے تمہارے خلاف دعویٰ دائر کیا ہے اور کئی بار تمہاری حاضری کے لئے عدالت ہذا سے سمن اجرا ہوئے رپورٹ تعمیل کنندہ سے ظاہر ہے کہ تم حضوری عدالت سے گریز کر کے تعمیل کے وقت روپوش ہو جایا کرتے ہو پس تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱ امرداد ۱۳۵۵؁ ف یوم پنجشنبہ بوقت ۱۰ بجے عدالت منصفی تعلقہ کاماریڈی میں حاضر ہو کر مقدمہ مذکور کی نسبت جوابدہی کرو اور یہی تاریخ ادخال جوابدعویٰ کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ آج بتاریخ ۲۵ خورداد ۱۳۵۵؁ ف میرے دستخط و مہر عدالت سے جاری کیا گیا فقط

شرحِ دستخط سید احمد حسین صاحب صیغہ دار دیوانی۔ شرحِ دستخط مولوی مرزا عبدالقدیر بیگ صاحب حاکم

اشتہار
عدالت خفیفہ بلدہ اجلاس اول صیغہ اجرائی۔ واقع ۲۰ خورداد ۱۳۵۵؁ ف نمبر مقدمہ ۲۶۵ بابتہ ۱۳۵۵؁ ف باجلاس عالیجناب سید محمد تقی صاحب طغرائی ناظم عدالت حیدرآباد بنک لمیٹڈ مدعی بنام محمد عبدالحکیم۔ مدعی علیہ۔ دعویٰ (حصہ للسیہ)، بنام محمد عبدالحکیم ولد محمد عبدالکریم عمر ۳۰ سال پیشہ حکمت ساکن دواخانہ سرکار عالی ورسی ضلع عثمان آباد مقدمہ صدر میں تمہارے نام متفرق تاریخات ۱۰ فروردی ۱۳۵۵؁ ف و ۲۲ اردی بہشت ۱۳۵۵؁ ف ۳ خورداد ۱۳۵۵؁ ف جاری کئے گئے جو پتہ نہ چلنے کی وجہ سے بلا تعمیل واپس آئے۔ منجانب مدعی درخواست طبع اشتہار پیش ہوگئی ہے بمنظوری درخواست ذریعہ ہذا تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم بتاریخ ۸ امرداد ۱۳۵۵؁ ف یوم پنجشنبہ وقت ۲ بجے حاضر عدالت ہو کر پیروی و جوابدہی کرو بصورت عدم حاضر کارروائی ضابطہ عمل میں آئے گی پھر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔ شرحِ دستخط۔ صیغہ دار صاحب عدالت۔ شرحِ دستخط۔ منتظم صاحب عدالت

اعلان از محکمۂ معتمدی رسد حکومت حیدرآباد
نشان (۲۹۰ ۸ آر۔ پی۔ ایس) مورخہ ۲۰ تیر ۱۳۵۵؁ ف

جمیع تاجران مرغ کو ذریعہ ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ حسب سابق جو تاجر حیدرآباد اور سکندرآباد کے مارکٹوں میں باجازت ناظم صاحب راشن بندی وجہ ادخال دھڑوت دکانات قائم کر کے سابقہ مسلمہ نرخوں پر فروخت پرند کا انتظام کر لیا گیا ہے انہیں ناظم صاحب راشن بندی کی تصدیق حسب صدر برآمد پرند کا پرمٹ دیا جائے گا۔

شرحِ دستخط مددگار معتمد رسد